سلسلۂ مطبوعات نمبر ۲

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

مسیحیت
پر ایک
تحقیقی نظر

از قلم حقیقت رقم

حضرت مولنا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی

الناشر:- اسلامک سنٹر، ۱۷/۳ - اندر قلعہ (بالائی منزل)
چٹاگانگ (مشرقی پاکستان)

تعداد:- ۳۰۰۰

اسلم آرٹ ۳/۲۳ گڈ صاحب روڈ چند نپورہ - قیمت ۲۵ نئے پیسے

www.Only1OrOne.com
www.OnlyOneOrThree.com

پیش آہنگ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔

اما بعد :۔ آج سے قریباً ڈیڑھ صدی پہلے چند عیسائی مشنری اپنے اپنے مذہب کے پرچار اور پروپیگنڈے کے لئے دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے اور وہاں اپنی تبلیغ کے اڈے مختلف شکلوں میں جمائے ۔ اور مختلف طریقوں اور رنگوں سے اپنے مذہب کو فروغ دیا۔

ان لوگوں نے کالج بنائے اور لارڈ میکالے کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں کو ایسے رنگ میں رنگ دیا کہ جو نسل اور رنگ کے لحاظ سے تو پاکستانی ہیں لیکن خیالات کے لحاظ سے بالکل انگریز اور عیسائی ۔ جنہیں نہ مذہبی اقدار کا کچھ لحاظ اور نہ اسلامی کلچر اور تہذیب و معاشرت کا کچھ پاس ۔ عضو کی ہر ہر حرکت انگریزی اور زندگی کے ہر ہر موڑ پر انگریزوں کے نقالی :۔

بحث اس سے نہیں کہ عیسائی تبلیغ کیوں کرتے ہیں اور کالج کھول کر اپنی تہذیب وتمدن کو فروغ کیوں دیتے ہیں بلکہ بحث اس سے ہے کہ مسلمان نے تبلیغ کیوں چھوڑ دی اور نہ اپنے بچوں کو ایسے کالجوں اور اسکولوں میں بھیجکر ان کے ایمان کی قیمتی متاع کو کیوں برباد کرتے ہیں اور اپنی آئندہ نسلوں کو صرف انگریزی سیکھنے کی خاطر ارتداد کے راستہ پر ڈال کر پاکستان کی جڑوں کو کیوں کھوکھلا کر رہے ہیں ؟ اگر انگریزی سے اتنا ہی پیار ہے تو خود ایسے سکول چلائے جائیں جن میں انگریزی کے ساتھ قرآن وسنت کی تعلیم بھی دی جائے اور اسلامی کلچر اور تہذیب وتمدن کو پاکستان کی سرزمین میں پھیلایا جائے ۔ انگریزی کلچر کی ترقی انگریزوں کی ترقی ہے ۔ مسلمان کی ترقی نہیں ۔ اسد ملتانی نے سچ ہی کہا ہے ؎

سے کی مسلماں نے ترقی جو فرنگی بن کر ؎ یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں

افسوس کا مقام ہے کہ جو کام امتِ اسلامیہ کا تھا وہ آج مسیحی امت کر رہی ہے۔ حالانکہ مسیح صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا تھا لیکن ان کی امت آج چار دانگ عالم میں اپنی تبلیغ سے مسیحیت کا چرچا کر رہی ہے اور مسلمان ہے کہ بالکل خاموش۔ بلکہ الٹا غیروں کے پھندوں میں پھنس گیا۔ کہیں مسیحیت کے دامِ فریب میں پھنستا ہے اور کہیں کمیونزم کے۔ اور حکومت کو اعلان کرنا پڑتا ہے کہ پاکستان میں عیسائیت کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ملاحظہ ہو روزنامہ ڈان انگریزی مورخہ ۴ نومبر سنہ ۶۱ء

اس کتابچہ میں ہم نے مسیحوں کے مشہور عقائد پر اجمالی طور پر عقلی اور نقلی دلائل سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ عقائد جن کا مسیحی مشنری اتنی دولت خرچ کر کے پرچار کر رہے اپنے اندر کہاں تک معقولیت رکھتے ہیں اور کہاں تک ماننے کے قابل ہیں۔ امید ہے کہ مسیحی بھائی اگر اس کتابچہ کو تعصب سے دور ہٹ کر مطالعہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ ان کو ضرور روحانی تسلّی ہوگی۔

میں یہ بھی بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتابچہ میں جو حوالہ بھی دیا گیا ہے اس ہر ایک حوالے کے صحیح ہونے کا میں ذمہ دار ہوں اور میں نے اس کتابوں کو دیکھ کر یہ حوالے نوٹ کیے ہیں

آخر میں ان مسلمان بھائیوں سے بھی میری پُر زور اپیل ہے جن کے بچے عیسائی اسکولوں میں صرف اس غرض سے پڑھنے کہ والدہ کو بجائے اماں کے ممی (MAMMAY) کہا جائے اور والد کو بجائے ابا کے ڈیڈی (DADY) کہا جائے، کہ وہ بھی اس رسالہ کو غور سے پڑھیں اور ہوش کے ناخن لیں کہ وہ ایسے اسکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کروا کر گمراہی کے کس گڑھے میں ان کو دھکیل رہے ہیں۔

محمود احمد ظفر کان اللہ لہ۔

۱۔ خدا کے متعلق مسیحوں کا عقیدہ :۔

حق تعالیٰ جلّ وعلا شانہٗ کی مقدس ذات کے متعلق مسیحوں کا جو عقیدہ ہے۔ آپ اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ مذہب کس قدر انسانیت کی نجات کا ضامن ہو سکتا ہے حق تعالیٰ ہر عیب سے پاک، لیکن مسیحوں کا خدا ہر عیب اور بدتہذیبی سے ملوث۔

(۱) خدا کام کر کے پچھتاتا ہے چنانچہ بائیبل میں ہے۔

"تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا" (پیدائش ۶:۶)

"خداوند فرماتا ہے، میں تو ترس کھاتے کھاتے تنگ آگیا" (یرمیاہ ۱۵:۶)

(۲) خدا "خدا کی قسم" کے ساتھ وعدہ کر کے بھی پھر جاتا ہے۔ چنانچہ بائیبل میں ہے:۔

"ان میں سے کوئی اس ملک میں جس کی بابت میں نے قسم کھائی تھی کہ تم کو وہاں بساؤنگا جانے نہ پائے گا..... (گنتی ۱۴: ۳۰)

(۳) خدا نے بدی کر کے پھر اس سے توبہ کی۔ چنانچہ بائیبل میں ہے:۔

"اگر تم اس ملک میں ٹھیرے رہو گے تو میں تم کو برباد نہیں بلکہ آباد کروں گا اور اکھاڑونگا نہیں بلکہ لگاؤنگا کیونکہ میں اس بدی سے جو میں نے تم سے کی ہے، باز آیا"

(یرمیاہ ۴۲: ۱۰)

(۴) خدا نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح ڈالتا ہے۔ چنانچہ بائیبل میں لکھا ہے

"سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح ڈالی ہے اور خداوند نے تیرے حق میں بدی کا حکم دیا ہے"

(سلاطین اول ۲۲: ۲۳)

(۵) خدا ایک نہیں بلکہ کئی ہیں۔ چنانچہ بائیبل میں ہے:۔

"اور خداوند خدا نے کہا کہ دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی

مانند ہو گیا" (پیدائش ۳ : ۲۲)

(۶) خدا (معاذاللہ) بیوقوف اور کمزور ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے۔" (کرنتھیوں ۱ : ۲۴)

(۷) مسیحوں کا خدا کشتی بھی لڑتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو پیدائش (۳۲ : ۲۴-۳۰)

الوہیت مسیح :-

اب حق تعالیٰ کے بعد مسیح علیہ السلام کی باری آتی ہے۔ مسیحؑ اسلامی نقطۂ نظر سے اللہ تعالیٰ کے پاک نبی تھے جو مریم صدیقہؑ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ لیکن مسیحیت نے ان کی شان میں غلو کر کے ان کو "خدا کا بیٹا" بنا لیا۔ اور کہا کہ اقانیم ثلاثہ یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس مل کر خدا بنتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"خدا میں تین شخص ہیں۔ باپ، بیٹا، روح القدس۔ خدا اس پاک تثلیث کا پہلا شخص ہے جو بیٹے اور روح القدس کا شروع ہے۔ یہ تینوں شخص آپس میں بالکل برابر ہیں۔ ان میں کچھ فرق نہیں۔ اس لئے تینوں شخص یکساں الٰہی عزت کے لائق ہیں۔ یسوع مسیح سچا خدا اور سچا آدمی بھی ہے اور مقدسہ مریم سچ مچ خدا کی ماں تھی۔ باپ خاص کر قادر مطلق اس لئے نہیں کہلاتا کہ وہ زیادہ قدرت والا ہے بلکہ اس لئے کہ پاک نوشتوں میں قدرت باپ کی دانائی بیٹے کی اور پاکیزگی روح القدس کی کہلاتی ہے" (مسیحی تعلیم باب پاک تثلیث ص ۱۹-۲۷ لاہور)

تین مل کر ایک خدا اور تینوں آپس میں بالکل برابر یہ ایک ایسا معمہ ہے جو کسی معقول آدمی کی عقل میں نہیں آسکتا۔ لہذا اس کی غیر معقولیت کو اس طرح منوایا کہ :-

"ہم ٹھیک نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ایمان کا یہ ایک بھید ہے" (حوالہ مذکور ص ۲۰)

یہ عقیدہ کب وجود میں آیا اور کیسے آیا۔ اس کی تفصیل بھی سن لیجئے :۔

"تیسری صدی عیسوی کے خاتمہ سے پہلے مسیح کو عام طور پر "کلام" کا جسدی ظہور تو مان لیا گیا تھا تاہم بکثرت عیسائی ایسے تھے جو مسیح کی الوہیت (خدا ہونے) کے قائل نہ تھے چوتھی صدی میں اس مسئلہ پر سخت بحثیں چھڑی ہوئی تھیں جن سے کلیسا کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ آخر کار ۳۲۵ء میں نیقیا کی کونسل نے الوہیت مسیح کو باضابطہ سرکاری طور پر اصلی مسیحی عقیدہ قرار دیا اور مخصوص الفاظ میں اسے مرتب کر دیا اگرچہ اس کے بعد بھی کچھ مدت تک جھگڑا چلتا رہا۔ لیکن آخری فتح نیقیا ہی کے فیصلے کی ہوئی۔ جیسے مشرق اور مغرب میں اس حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا کہ صحیح العقیدہ عیسائیوں کا ایمان اسی پر ہونا چاہیئے۔ بیٹے کی الوہیت کے ساتھ روح کی الوہیت بھی تسلیم کی گئی اور اسے اصطباغ کے کلمہ اور رائج الوقت شعائر میں باپ اور بیٹے کے ساتھ جگہ دی گئی اسی طرح نیقیا میں مسیح کا جو تصور قائم کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقیدہ تثلیث اصلی مسیحی مذہب کا ایک جزو لاینفک قرار پا گیا۔

پھر اس دعوٰی پر کہ "بیٹے کی الوہیت مسیح کی ذات میں مجسم ہوئی تھی" ایک دوسرا مسئلہ پیدا ہوا جس پر چوتھی صدی میں اور اس کے بعد بھی مدتوں تک بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہا مسئلہ یہ تھا کہ مسیح کی شخصیت میں الوہیت (خدا ہونے) اور انسانیت (انسان ہونے) کے درمیان کیا تعلق ہے؟ ۴۵۱ء میں کالسیڈن کی کونسل نے اس کا یہ تصفیہ کیا کہ مسیح کی ذات میں دو مکمل طبیعتیں مجتمع ہیں۔ ایک الٰہی طبیعت اور دوسری انسانی طبیعت اور دونوں اکٹھی ہو جانے کے بعد بھی اپنی علیحدہ علیحدہ خصوصیات بلا کسی تغیر و تبدل کے برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

تیسری کونسل میں جو ۶۸۰ء میں بمقام قسطنطنیہ منعقد ہوئی۔ اس پر اتنا اضافہ اور کیا گیا کہ یہ دونوں طبیعتیں اپنی الگ الگ مشیئتیں بھی رکھتی ہیں یعنی مسیح بیک وقت دو مختلف

مشیتوں کا حامل ہے"

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۵ صفحہ ۶۴۷ مضمون چرچ ہسٹری)

اب ایک اور عیسائی عالم دینیات کا بیان ملاحظہ فرمائیے جس میں اس نے صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ الوہیت مسیح کا عقیدہ اناجیل کا پیش کردہ عقیدہ نہیں بلکہ بعد میں پولوس رسول کا تراشیدہ ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"پہلی تین انجیلوں (متی، مرقس اور لوقا) میں کوئی شئی ایسی نہیں ہے جس سے یہ گمان کیا جا سکتا ہو کہ ان انجیلوں کے لکھنے والے یسوع کو انسان کے سوا کچھ اور سمجھتے تھے ان کی نگاہ میں وہ ایک انسان تھا، ایسا انسان جو خاص طور پر خدا کی روح سے فیضیاب ہوا تھا اور خدا کے ساتھ ایک ایسا غیر منقطع تعلق رکھتا تھا جس کی وجہ سے اگر اس کو خدا کا بیٹا کہا جائے تو حق بجانب ہے۔ خود متیؔ اس کا ذکر خدا کے بیٹے کی حیثیت سے کرتا ہے اور ایک جگہ بیان کرتا ہے کہ "پطرس" نے اس کو "مسیح" تسلیم کرنے کے بعد" الگ ایک طرف لیجا کر اسے ملامت کی" (متی ۱۶ : ۲۲)

لوقا میں ہم دیکھتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد یسوع کے اماؤس کی طرف جاتے ہوئے اس کا ذکر اس حیثیت سے کرتے ہیں کہ "وہ خدا اور ساری امت کے نزدیک کام اور کلام میں قدرت والا نبی تھا" (لوقا ۲۴ : ۱۹) یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اگرچہ "مرقس" کی تصنیف سے پہلے مسیحیوں میں یسوع کے لیے "خداوند" (LORD) کا استعمال عام طور پر چل پڑا تھا، لیکن نہ مرقس کی انجیل میں یسوع کو کہیں اس لفظ سے یاد کیا گیا ہے اور نہ متی کی انجیل میں۔ بخلاف اس کے دونوں کتابوں میں یہ لفظ اللہ کے لئے بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔ یسوع کے ابتلا، کا ذکر تینوں انجیلیں پورے زور کے ساتھ کرتی ہیں جیسا کہ اس واقعہ کے شایان شان ہے مگر "مرقس" کی "فدیہ" والی عبارت (مرقس ۱۰ : ۴۵) اور آخری فسح کے موقع پر

چند الفاظ کو مستثنیٰ کر کے ان کتابوں میں کہیں اس واقعہ کو وہ معنی نہیں پہنائے گئے۔ حتیٰ کہ اس بات کی طرف کہیں اشارہ تک نہیں کیا گیا ہے کہ یسوع کی موت کا انسان کے گناہ اور اس کے کفارے سے کوئی تعلق تھا،،

یہی مسیحی فاضل اسی مضمون میں آگے چل کر لکھتا ہے :-

"یہ بات کہ یسوع خود اپنے آپ کو ایک نبی کی حیثیت سے پیش کرتا تھا انجیلوں کی کئی عبارتوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ "مجھے آج، کل اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلم سے باہر ہلاک ہو" (لوقا ۱۳ : ۳۳) وہ اکثر اپنا ذکر "ابن آدم" کے نام سے کرتا ہے ...... یسوع کہیں اپنے آپ کو "خدا کا بیٹا" نہیں کہتا اس کے دوسرے معاصر جب اسکے متعلق یہ لفظ استعمال کرتے ہیں تو غالباً ان کا مطلب بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اسکو خدا کا ممسوح سمجھتے ہیں۔ البتہ وہ اپنے کو مطلقاً "بیٹے" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ . . . . مزید برآں وہ خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو بیان کرنے کے لئے بھی "باپ" کا لفظ اسی اطلاقی شان میں استعمال کرتا ہے . . . اس تعلق کے بارے میں وہ اپنے آپ کو منفرد نہیں سمجھتا تھا بلکہ ابتدائی دور میں دوسرے انسانوں کو بھی خدا کے ساتھ اس خاص گہرے تعلق میں اپنا سمجھتا تھا۔ البتہ بعد کے تجربے اور انسانی طبائع کے گہرے مطالعہ نے اسے یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا کہ اس معاملہ میں وہ اکیلا ہے،،

ذرا اور آگے چل کر یہی مصنف لکھتا ہے :-

"عید پنتکست کے موقع پر پطرس کے یہ الفاظ کہ "ایک انسان جو خدا کی طرف سے تھا" یسوع کو اس حیثیت سے پیش کرتے ہیں جس میں اس کے ہم عصر اس کو جانتے اور سمجھتے تھے . . . انجیلوں سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ یسوع بچپن سے جوانی تک بالکل فطری طور پر جسمانی و ذہنی نشوونما کے مدارج سے گذرا۔ اس کو بھوک پیاس

لگتی تھی۔ وہ تھکتا اور سوتا تھا وہ حیرت میں مبتلا ہو سکتا تھا اور دریافت احوال کا محتاج تھا۔ اس نے دکھ اٹھایا اور مرا اور اس نے صرف یہی نہیں کہ سمیع اور بصیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ صریحاً اس سے انکار کیا ہے۔ . . . دراصل اس کے حاضر ناظر ہونے کا اگر دعویٰ کیا جائے تو یہ اس پورے تصور کے بالکل خلاف ہوگا جو ہمیں انجیلوں سے حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ اس دعویٰ کے ساتھ آزمائش کے واقعہ کو اور گتسمنی اور کھوپڑی کے مقام پر جو واردات گذریں ان میں سے کسی کو بھی مطابقت نہیں دی جا سکتی۔ تاوقتیکہ ان واقعات کو بالکل غیر حقیقی قرار نہ دیدیا جائے۔ یہ ماننا پڑیگا کہ مسیح جب ان سارے حالات سے گذرا تو وہ انسانی علم کی عام محدودیت اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا اور اس محدودیت میں اگر کوئی استثناء تھا تو وہ صرف اسی حد تک جس حد تک پیغمبرانہ بصیرت اور خدا کے یقینی شہود کی بنا پر ہو سکتا ہے پھر مسیح کو قادر مطلق سمجھنے کی گنجائش تو انجیلوں میں اور بھی کم ہے۔ کہیں اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ وہ خدا سے بے نیاز ہو کر خود مختارانہ کام کرتا تھا اس کے برعکس وہ بار بار دعا مانگنے کی عادت سے اور اس قسم کے الفاظ سے کہ "یہ چیز دعا کے سوا کسی اور ذریعہ سے نہیں ٹل سکتی" اس بات کا صاف اقرار کرتا ہے کہ اس کی ذات بالکل خدا پر منحصر ہے فی الواقع یہ بات ان انجیلوں کے تاریخی حیثیت سے معتبر ہونیکی ایک اہم شہادت ہے کہ اگرچہ ان کی تصنیف و ترتیب اس زمانہ سے پہلے مکمل نہ ہوئی تھی جبکہ مسیحی کلیسا نے مسیح کو "خدا" سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ پھر بھی ان دستاویزوں میں ایک طرف مسیح کے فی الحقیقت انسان ہونے کی شہادت محفوظ ہے اور دوسری طرف ان کے اندر کوئی شہادت اس امر کی موجود نہیں ہے کہ مسیح اپنے آپ کو خدا سمجھتا تھا"

٭ ٭ ٭

یسوع کے خدا ہونے کا عقیدہ کس نے ایجاد کیا اسی مصنف کے قلم سے سنئے:

"وہ سینٹ پال (پولوس رسول) تھا جس نے اعلان کیا کہ "اٹھائے جانے کے واقعہ" کے وقت اسی "اٹھائے جانے کے فعل" کے ذریعہ سے یسوع پورے اختیارات کے ساتھ "خدا کے بیٹے" کے مرتبہ پر علانیہ فائز کیا گیا..... "یہ خدا کے بیٹے" کا لفظ یقینی طور پر ذاتی ابنیت کیطرف ایک اشارہ اپنے اندر رکھتا ہے جیسے پال نے دوسری جگہ یسوع کو "خدا کا اپنا بیٹا" کہہ کر صاف کر دیا ہے۔ اس امر کا فیصلہ اب نہیں کیا جا سکتا کہ آیا وہ ابتدائی عیسائیوں کا گروہ تھا یا پال جس نے مسیح کے لئے لفظ "خداوند" کا خطاب اصل مذہبی معنی میں استعمال کیا۔ شاید یہ فعل اول الذکر گروہ ہی کا ہو لیکن بلاشبہ وہ پال تھا جس نے اس خطاب کو پورے معنی میں بولنا شروع کیا۔ پھر اپنے مدعا کو اس طرح اور بھی زیادہ واضح کر دیا کہ "خداوند یسوع مسیح" کی طرف بہت سے وہ تصورات اور اصطلاحی الفاظ منتقل کر دیئے جو قدیم کتب مقدسہ میں خداوند یہوہ (خدا تعالیٰ) کے لئے مخصوص تھے اس کے ساتھ ہی اس نے مسیح کو خدا کی دانش اور خدا کی عظمت کے مساوی قرار دیا اور اسے مطلق معنی میں خدا کا بیٹا ٹھیرایا۔ تاہم کئی حیثیتوں اور پہلوؤں سے مسیح کو خدا کے برابر کر دینے کے باوجود پال اس کو قطعی طور پر اللہ کہنے سے باز رہا"

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا چودھواں ایڈیشن جلد ۱۳ صفحہ ۲۵ مقالہ یسوع مسیح (JESUS CHRIST) از ریورینڈ چارلس اینڈرسن اسکاٹ)

اس بارہ میں کہ تثلیث اور الوہیت مسیح کا بنیادی عقیدہ کہاں سے اخذ کیا گیا کے متعلق ایک اور مسیحی فاضل ریورینڈ جارج ولیم ناکس لکھتا ہے:۔

"عقیدۂ تثلیث کا فکری سانچہ یونانی ہے اور یہودی تعلیمات اسمیں ڈھالی گئی ہیں۔

اس لحاظ سے یہ ہمارے لئے ایک عجیب قسم کا مرکب ہے۔ مذہبی خیالات بائیبل کے اور ڈھلے ہوئے ایک اجنبی فلسفے کی صورتوں میں۔

باپ، بیٹا اور روح القدس کی اصطلاحیں یہودی ذرائع کی بہم پہنچائی ہوئی ہیں۔ آخری اصطلاح اگرچہ خود یسوع مسیح نے شاذو نادر ہی کبھی استعمال کی تھی اور پال نے بھی جو اس کو استعمال کیا اس کا مفہوم بالکل غیر واضح تھا۔ تاہم یہودی لٹریچر میں یہ لفظ شخصیت اختیار کرنے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پس اس عقیدہ کا مواد یہودی ہے (اگرچہ اس مرکب میں شامل ہونے سے پہلے وہ بھی یونانی اثرات سے مغلوب ہو چکا تھا) اور مسئلہ خالص یونانی۔ وہ سوال جس پر یہ عقیدہ بنا، وہ نہ کوئی اخلاقی سوال تھا اور نہ مذہبی۔ بلکہ وہ سراسر ایک فلسفیانہ سوال تھا، یعنی یہ کہ ان تینوں اقانیم (باپ، بیٹا اور روح القدس) کے درمیان تعلق کی کیا حقیقت ہے؟ کلیسا نے اس کا جو جواب دیا وہ اس عقیدے میں درج ہے جو نیقیا کی کونسل میں مقرر کیا گیا تھا۔ اور اسے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام خصوصیات میں، بالکل یونانی فکر کا نمونہ تھا؛

(انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۵ صفحہ ۶۳۳ مقالہ مسیحیت (CHRISTIANITY) چودھواں ایڈیشن)

یہ تو تھی وہ داستان جو مسیحی دنیا کے معتبر ترین فاضلوں نے مسیح کے "اکابیٹا" ہونے کے بارہ میں بیان کی۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ بائیبل نے مسیح کی کیا پوزیشن بیان کی ہے:۔

(۱) سب سے پہلے مسیح کے نسب نامہ کو لیجئے۔ بائیبل نے مسیح کے نسب نامہ میں چار آدمیوں کا حرامی ہونا قرار دیا ہے:۔

(۱) یہوداہ بن یعقوب نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا اور اس سے دو جڑواں بچے۔

فارض اور زارح پیدا ہوئے۔ (پیدائش باب ۳۸)

(ب) راحب ایک کسبی عورت تھی۔ (یشوع ۷ : ۲۵)

(ج) عوبید کی ماں رُوت زناکار تھی۔ (روت ۳ : ۴)

(د) سلیمان زنا کی اولاد تھے۔ (سیموئیل ۱۱ : ۴)

فارض، راحب، عوبید اور سلیمان یہ چاروں مسیح کے نسب نامہ میں آتے ہیں اور مسیح کے بزرگوں میں سے تھے (متی ۱ : ۱-۱۶)

حرامی کے متعلق دوسرا حکم جو بائیبل نے پیش کیا وہ یہ ہے :-

"کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو۔ دسویں پشت تک اس کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں آنے نہ پائے" (استثنا ۲۳ : ۲)

بائیبل کی اس عبارت کی رو سے کیا مسیح خدا تعالیٰ کی جماعت میں شامل تھا؟ جب وہ خدا کی جماعت میں شامل ہی نہیں تھا تو خدا کا بیٹا کیسے ہو گیا؟

(۲) ایک طرف تو یہ غضب ڈھایا اور دوسری طرف مسیح کو جو اسلامی نقطۂ نظر سے اللہ تعالیٰ پاک اور معصوم پیغمبر تھے، ناپاک ثابت کیا۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے، کیونکر پاک ہو سکتا ہے" (ایوب ۲۵ : ۴)

دوسرے مقام پر مسیح کے متعلق لکھا کہ وہ عورت سے پیدا ہوا :-

"لیکن جب وقت پورا ہو گیا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا جو عورت سے پیدا ہوا" (گلیتون ۴ : ۴)

ان دونوں آیتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح پاک نہیں تھا بلکہ ناپاک تھا اور جو ناپاک ہو وہ خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟

(۳) اب مسیح کے منہ سے کہلوا دیا کہ میں نیک نہیں ہوں اور جو نیک نہ ہو بلکہ بد ہو خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ چنانچہ لکھا ہے :-

"اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا اے استاد، میں کونسی نیکی کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے۔ نیک تو ایک ہی ہے" (متی ۱۹: ۱۶-۱۷)

انجیل مرقس میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

"ایک شخص گھٹنے ٹیک کر اس سے پوچھنے لگا کہ اے نیک استاد میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔ یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا" (مرقس ۱۰: ۱۷-۱۸)

اب خود ہی ملاحظہ فرمایئے کہ مسیح کی کیا پوزیشن تھی؟ خدا کا بیٹا اور پھر نیک نہ ہو افسوس کا مقام ہے!

(۴) اسی پر بس نہیں بلکہ یسوع کو (معاذ اللہ) ملعون تک کہہ دیا۔ کس نے کہا؟ پولوس رسول نے جس کے محور پر عیسائیت کی چکی گھومتی ہے۔ اور جو مسیح کے "خدا کا بیٹا" ہونے کا موجد ہے۔ چنانچہ پولوس اپنے خط "گلتیوں کے نام" میں لکھتا ہے:۔

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا، کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے"، گلتیوں ۳: ۱۳)

یہاں نہ صرف مسیح کو لعنتی کہا گیا بلکہ شریعت کو بھی "لعنت" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ شریعت نام ہے مذہبی تعلیم کا۔ جب شریعت لعنت تو عیسائیت کی تعلیم بھی "لعنت" ہوئی "لعنت" کی طرف تو کوئی عقلمند آدمی ہرگز نہیں جاتا۔

ایک اور مقام پر لکھا ہے:۔

"جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے" (استثنا ۲۱: ۲۳)

اور مرقس اور دوسری انجیلوں میں آتا ہے بلکہ سب عیسائیوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مسیح کو صلیب دیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"اور پہر دن چڑھا تھا جب انہوں نے اسکو صلیب پر چڑھایا" (مرقس ۱۵: ۲۵)
ایسا ہی لوقا باب ۲۳: آیت ۳۳، یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۸، متی باب ۲۷ آیت ۳۵ میں بھی لکھا ہے کہ یسوع کو صلیب دیا گیا۔ تو ان دونوں آیتوں سے یہی نتیجہ نکلتا کہ وہ (معاذ اللہ) لعنتی تھا۔ اور پولوس نے اپنے خط میں بھی اس کا اقرار کیا ہے ملاحظہ ہو گلیتون ۳: ۱۳

مسیح کا خدا کا بیٹا ہونا۔

عیسائیت کا یہ عقیدہ ہے کہ یسوع "خدا کا بیٹا" تھا جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی نجات کے لیئے دنیا میں بھیجا۔ یہ عقیدہ بائیبل سے کہاں تک ثابت ہوتا ہے اس کا مکمل حال آپ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے حوالہ سے دو فاضل پادری صاحبان کے قلم سے پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ذرا اس مسئلہ کو بائیبل اور عقل کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے اور ان لوگوں کی عقل کی داد دیجئے جو موجودہ زمانہ میں اپنے کو دنیا کا بہترین عقلمند سمجھتے ہوئے اس عقیدہ کے جال میں بیوقوفوں کی طرح پھنسے ہوئے ہیں:۔

(۱) مسیح ابن اللہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ کی بیوی کوئی نہیں۔

(۲) اگر مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا تھا تو آدم ؑ کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے؟ اس فلسفہ کی رو سے وہ تو پھر خدا ہی ہوں گے کیونکہ بغیر باپ کے پیدا ہونے والا "خدا کا بیٹا" اور بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہونے والا تو پھر خدا ہی ہو سکتا ہے۔

(۳) اگر مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ تو خدا کا بیٹا بھی خدا ہی ہوتا ہے جیسا کہ انسان کا بیٹا انسان۔ اور عیسائی خود مانتے ہیں (ملاحظہ ہو مسیحی تعلیم ص ۱۹-۲۷ مطبوعہ لاہور) تو انجیل الہامی نہیں ٹھیرتی۔ کیونکہ ایک خدا کا دوسرے خدا کی طرف الہام کرنا فضول ہے۔ خدا تو خود منبع الہام کرتا اس کی طرف الہام کیا نہیں جاتا۔ اور جب انجیل الہامی نہ ہوئی تو اس کا

www.Only1or3.com

ماننا ضروری نہیں (تو پھر کیوں نہ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی الہامی کتاب قرآن پاک کو مانا جائے)

(۴) اگر مسیح خدا کا بیٹا تھا تو جس وقت مسیح صلیب پر چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا کہ:۔ "ایلی ایلی لما شبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا... یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی" (متی ۲۷: ۴۶ تا ۵۰ و مرقس ۱۵: ۳۷)

تو خدا نے اس وقت اُسے کیوں چھوڑ دیا اور اسکی امداد کیوں نہ کی؟

(۵) مسیح نے خود اپنے آپ کو "ابن آدم" کہا ہے (ملاحظہ ہو متی ۸: ۲۱) لہذا وہ "ابن اللہ" خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ اور اگر مسیح پھر بھی "ابن اللہ" ہے تو اپنے کو "ابن آدم" کہہ کر مسیح نے جھوٹ کیوں بولا؟ اور جھوٹا "خدا کا بیٹا" کیا صحیح ایماندار بھی نہیں ہو سکتا۔

(۶) اگر مسیح کو صرف اس بات سے "خدا کا بیٹا" مانا جاتا ہے کہ بائیبل میں بعض مقامات پر اس کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ تو بائیبل میں تو باغی اور سرکشوں کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے چنانچہ بائیبل میں لکھا ہے:۔

"سن اے آسمان اور کان لگا اے زمین کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں نے لڑکوں کو پالا اور پوسا پر انہوں نے مجھ سے سرکشی کی" (یسعیاہ ۱: ۲)

اسی یسعیاہ کی کتاب کے باب ۳۰ آیت میں باغیوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔

یہی نہیں بلکہ بے شمار لوگوں کے متعلق بائیبل میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے:۔

(۱) سب انسانوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا (پیدائش ۶: ۲-۴، زبور ۸۲: ۶)

(۲) داؤد کو اپنا پہلوٹھا بیٹا کہا گیا (زبور ۸۹: ۲۷)

(۳) صلح کاروں کو بیٹا کہا (متی ۵: ۹)

(۴) یہی نہیں بلکہ حضرت موسیٰؑ کو خدا تک کہہ دیا تو کیا وہ خدا ہو گئے؟ چنانچہ لکھا ہے:۔
"پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے گویا خدا ٹھہرایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا" (خروج ۷ : ۱)

کفارہ کے متعلق مسیحوں کا عقیدہ :۔

مسیحوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ نجات کے لئے عمل کی کوئی ضرورت نہیں صرف مسیح پر ایمان لے آنا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ شریعت (دینی پر عمل کرنے کا پروگرام) لعنت ہے اور مسیح آیا ہی ہمیں شریعت کی لعنت سے چھڑانے کے لئے تھا (ملاحظہ ہو گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳) نسل انسانی کے گناہوں کی بخشش اور معافی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا دنیا میں بھیجا جو اولاد آدمؑ میں سے ہر اس آدمی کی طرف سے جو مسیح پر ایمان لایا یا لائے گا صلیب پر اپنی جان دے کر کفارہ ہو گیا۔ لہذا عمل کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ صرف مسیح کو اللہ کا بیٹا مان لینے کی ضرورت ہے۔ اور صرف یہی چیز نجات کے لئے کافی ہے۔

یہ عقیدہ عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔ معلوم نہیں سمجھ بوجھ رکھنے والے مسیحی بھائی کس طرح اس کو مانتے چلے آ رہے ہیں۔ شاید یہ بھی مسیح کے "ابن اللہ" ہونے کی طرح ایک ایمانی بھید ہے جس کا سمجھنا ضروری نہیں۔

عقلی دلائل :۔

(۱) اگر مسیح نے سب آدمیوں کے گناہوں کے بدلہ میں صلیب پر اپنی جان دی اور سب کے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر مسیحوں کو شریعت کی لعنت سے چھڑایا) تو مسیحوں کا ہر اتوار کو گرجے جانے کا کیا مطلب؟ کیونکہ گرجے جا کر خداوند کی عبادت کرنی شریعت ہے اور شریعت لعنت ہے اسی سے تو چھڑانے کے لئے مسیح دنیا میں آیا تھا (ملاحظہ ہو گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳)

(۲) بقول بائبل آدمؑ اور حواؑ نے خدا کی نافرمانی (گناہ) کی تو اس گناہ کی آدمؑ کو بھی سزا ملی اور حواؑ کو بھی۔ حوا کو یہ سزا ملی کہ "کہ میں تیرے درد حمل کو بہت بڑھاؤں گا اور تو درد کے ساتھ بچہ جنے گی" (پیدائش ۳ : ۱۶) اگر مسیح انسانیت کے گناہوں کا کفارہ ہوگیا۔ تو چاہیئے تھا کہ مسیحی عورتیں درد سے بچے نہ جنیں۔ کیونکہ "درد سے بچہ جننا" سزا ہے گناہ کی اور مسیح پر ایمان لانے سے گناہ ہوگیا معاف، تو گناہ کے ساتھ اسکی سزا بھی تو معاف ہونی چاہیئے تھی اور وہ معاف نہیں ہوئی کیونکہ عیسائی عورتیں بھی درد سے بچہ جنتی ہیں معلوم ہوا کہ یہ کفارے کا عقیدہ ہی غلط ہے۔

(۳) اگر مسیح انسانی گناہوں کا کفارہ ہوگیا ہے اور شریعت کی لعنت سے مسیحیوں کو چھڑا گیا ہے تو بائیبل میں تاکید عمل کیوں؟ عمل کی تاکید کے لئے ملاحظہ ہو متی باب ۵ آیت ۱۹۔ متی باب ۱۹ آیت ۱۶۔ مرقس باب ۱۰ آیت ۱۹ وغیرہ)

(۴) نجات کے لئے مسیحی عقیدہ کے مطابق گناہ سے کلیۃً پاک ہونا ضروری ہے۔ اور گناہ آدمؑ سے ان کی اولاد میں نسلاً بعد نسل چلا آرہا ہے۔ مسیح نے آج سے ساڑھے انیس سو سال پہلے گناہوں کے کفارے کے لئے صلیب پر جان دی۔ مسیح سے پہلے جتنے لوگ اس دنیا سے گزرے جن میں مسیح کے سارے آباؤ اجداد بھی شامل تھے بلکہ خود مسیح کا والد یوسف نجار بھی تھا، وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے۔ لہذا مسیح ان کے گناہوں کا کفارہ نہ ہوئے۔ کیونکہ کفارہ کے لئے مسیح پر ایمان لانا شرط ہے۔ لہذا وہ گناہ گار اور جہنمی ٹھہرے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور عیسائی ان کو ایسا نہیں مانتے لہذا معلوم ہوا کہ مسئلہ کفارہ غلط ہے

(۵) جو عورت سے پیدا ہو وہ پاک نہیں ہو سکتا (ایوب باب ۲۵ آیت ۴) اور مسیح عورت سے پیدا ہوا (گلتیون باب ۴ آیت ۴) لہذا مسیح پاک نہیں تھا۔
پاک نہ ہونے کی وجہ سے وہ انسانیت کا کفارہ نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ بقول مسیحیت کفارہ کے لئے پاک ہونا ضروری ہے۔

www.OnlyOneOrThree.com

(۶) مسیح نے شاگردوں سے کہا کہ تم بارہ[۱۲] تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ[۱۲] قبیلوں کا انصاف کروگے (ملاحظہ ہو متی باب ۱۹ آیت ۲۸) لہذا مسیح اگر صلیب پر جان دے کر کفارہ ہو گیا تو انصاف کا کیا مقصد کیونکہ انصاف اور عدالت تو گنہ گاروں کا ہوتا ہے۔

(۷) مسیح نے صلیب پر چڑھ کر جان دی اور انسانیت کے گناہوں کا کفارہ ہوا۔ بائبل کی رو سے اس بات میں بھی شک ہے۔ کیونکہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۴ میں ہے کہ یسوع کے مرجانے کے بعد ایک سپاہی نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے خون اور پانی بہ نکلا۔ اور قدیم اور جدید طبیبوں اور ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مردہ سے کبھی خون نہیں نکلتا لہذا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کا صلیب پر جان دینے کا معاملہ ہی یار لوگوں کا بنایا ہوا ہے۔ اس بارہ میں انجیلوں کا باہمی اختلاف آگے نقل کیا جائے گی۔

(۸) عقل سلیم اسکو ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ گناہ کوئی کرے اور اسکی سزا گناہ کرنے والے کے بجائے کسی دوسرے کو ملے۔ گویا کہ "کرے مونچھوں والا اور پکڑا جائے ڈاڑھی والا" کیسی بے تکی اور بے عقلی کی بات ہے۔

نقلی دلائل :-

یہی نہیں کہ یہ کفارہ کا مسئلہ عقل ہی کے خلاف ہے بلکہ بائبل بھی اسکی تردید کرتی ہے۔ جن میں سے چند ایک حوالجات قارئین کرام کی روحانی تسلی کے لئے تحریر کئے جاتے ہیں:-

(۱) ہر جان صرف اپنا بوجھ اٹھائے گی۔ بیٹے کے گناہ کا بوجھ باپ نہیں اٹھائے گا اور باپ کے گناہ کا بوجھ بیٹا نہیں اٹھائے گا چنانچہ لکھا ہے :-

"جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ" (حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۰)

(۲) اسی مضمون کو دوسرے مقام پر ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ :-

"بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک

اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے،، (استثنا باب ۲۴ آیت ۱۶)

ان دو حوالوں کے علاوہ کفارہ کی تردید میں اور بہت سے حوالے بائیبل میں موجود ہیں لیکن طوالت کے خوف سے صرف انہی دو پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

انبیاء کے متعلق مسیحوں کا نظریہ :-

اسلامی نقطۂ نظر سے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے پاک اور معصوم نبی تھے، عفت و عصمت ان کا اوڑھنا بچھونا اور اخلاق و صداقت انکی صبح و شام کا وظیفہ تھا۔ لیکن مسیحوں کی بائیبل نے ان کی شخصیتوں کو جس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا اس کو پڑھ کر انبیاءؑ سے بجائے محبت و الفت کے گھن و نفرت ہو جاتی ہے۔ ایسے بھی ان کے نزدیک انبیاء ہیں کیا جبکہ انکے خدا کا بیٹا یسوعؑ بھی ان کی نگاہ میں لعنتی ہے (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو گلیتون باب ۳ آیت ۱۳۔ اب ذرا دوسرے انبیاء کے متعلق گستاخیاں سنیئے :-

(۱) حضرت نوحؑ نے شراب پی اور نشہ کی حالت میں اپنے ڈیرے پر ننگے پڑے رہے۔
(پیدائش ۹ : ۲۱)

(۲) حضرت لوطؑ کی دو لڑکیوں نے حضرت لوط کو شراب پلائی اور ان سے زنا کروا کر دونوں ہی حاملہ ہوئیں۔ بڑی کے ہاں جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام موآب رکھا گیا اور چھوٹی کے لڑکے کا نام بن عمیؔ۔ (پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰-۳۸)

انہی موآبیوں اور بنی عمونؔ سے قریب قریب سارے انبیاء کا سلسلہ چلتا ہے۔ اور روت جو نسل کے لحاظ سے موآبی تھی، اسی کی اولاد سے حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ پیدا ہوگئے

(۳) روبن جو حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادے تھے، اپنی ماں سے زنا کیا۔
(پیدائش ۳۵ : ۲۲ و ۴۹ : ۴)

(۴) حضرت یعقوبؑ کا دوسرا صاحبزادہ بنیمین پھاڑنے والا بھیڑیا اور لوٹ [illegible] کرنیوالا تھا

(پیدائش ۴۹ : ۲۷)

(۵) حضرت یعقوبؑ کے تیسرے صاحبزادے یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا جس سے دو تو
لڑکے فارص اور زارح پیدا ہوئے جو کہ حضرت مسیح کے جد امجد تھے۔

(پیدائش ۳۸ : ۱۳-۳۰)

(۶) حضرت ہارون نے اسرائیل کے لئے ایک بچھڑا بنایا اور اسکے آگے قربانگاہ بنائی جس پر
دوسرے دن قربانیاں چڑھائی گئیں (یہ شئی سراسر شرک اور بہت بڑا گناہ ہے)

(خروج باب ۳۲ آیت ۱-۱۰)

(۷) بڑھاپے میں داؤدؑ کا پہلو گرم کرنے کے لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملک کی جوان کنواری حسین
لائی جاتی تھی۔ (سلاطین اول باب ۱ آیت ۱-۴)

(۸) داؤدؑ نے اوریاہ کی بیوی کو محل میں بلا کر اس سے زنا کیا (سموئیل ۲ باب ۱۱ آیت
اور پھر اوریاہ کو قتل کروا کر اس عورت کو بیوی بنا لیا (سموئیل ۲ باب ۱۲ آیت ۱۰)
حضرت سلیمانؑ اسی عورت سے پیدا ہوئے (متی باب ۱ آیت ۷)

(۹) سلیمانؑ بوڑھے ہو گئے تو ان کی بیویوں نے ان کا دل غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا

(سلاطین ۱ باب ۱۱ آیت ۴)

(۱۰) انبیاءؑ کے منہ میں خدا تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والی روح ڈالی ہے۔

(سلاطین ۱ باب ۲۲ آیت ۲۳)

ان حوالوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ان کو یہاں
درج نہیں کیا جاتا۔۔ انہی نبیوں کی شان قرآن میں پڑھئے کہ قرآن نے ان کی شان کس
شان سے بیان کی ہے۔

اناجیل پر ایک اجمالی نظر:۔

(اسلامی نقطہ نظر سے) انجیل ایک الہامی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا

وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمائی۔ لیکن جب ہم موجودہ انجیلوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ یسوع کے حواریوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں جو انہوں نے اپنے استاد کے حالات زندگی کے بارے لکھیں۔ بلکہ ان میں سے کئی ایک تو اس کے شاگرد بھی نہ تھے۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ اور اگر ان کو شاگرد بھی مان لیا جائے تو یسوع کے نزدیک ان کی کیا حیثیت تھی اور ایمان میں ان کا کیا درجہ تھا، اس کے متعلق اناجیل کا بیان سنیئے :۔

(۱) مسیح کا سب سے بڑا حواری پطرس تھا لیکن وہ شاگرد ہونے کے باوجود مسیح کو ملامت کرتا ہے اور اس قدر ملامت کرتا ہے کہ مسیح کو اسے شیطان کہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"اس پر پطرس اس کو الگ لیجا کر ملامت کرنے لگا کہ اسے خداوند خدا نہ کرے یہ تجھ پر ہرگز نہیں آئے گا۔ اس نے پھر کر پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے" (متی باب ۱۶ آیت ۲۲-۲۳)

پھر متی باب ۲۶ آیت ۳۵ میں ہے کہ مسیح نے پطرس سے کہا کہ تو مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تین بار میرا انکار کرے گا لیکن پطرس نے جواب میں کہا کہ اگر تیرے ساتھ مجھے مرنا بھی پڑے تو بھی تیرا انکار ہرگز نہیں کرونگا۔ لیکن اسی باب کی ۷۴ آیت میں ہے کہ جب پطرس سے پوچھا گیا تو بھی مسیح کے ساتھ ہے "اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا اور فی الفور مرغ نے بانگ دی۔ پطرس کو یسوع کی وہ بات یاد آئی جو اس نے کہی تھی"

اب خدارا خود ہی انصاف فرمائیے کہ وہ آدمی جو مسیح کو ملامت کرے اور اس پر لعنتیں بھیجے اور مسیح اسکو شیطان کے لقب سے یاد کرے اور اس کا حافظہ اس قدر کمزور ہو کہ مسیح کی ایک روز پہلے کی کہی ہوئی بات اس کو یاد نہ رہے۔ اس کی روایت کردہ انجیل کس قدر صحیح اور درست ہو سکتی ہے۔ پطرس باب ۱۴ آیت ...

اس نے قسم کھا کر انکار کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس نے جھوٹ بولا۔

(۲) "تب شاگردوں نے یسوع کے پاس آکر خلوت میں کہا کہ ہم اسکو کیوں نہ نکال سکے اس نے ان سے کہا اپنے ایمان کی کمی کے سبب سے کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی۔" (متی باب ۱۷ آیت ۱۹-۲۰)

لوقا میں یہ بات ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے :-

(۳) "اس پر رسولوں نے خداوند سے کہا کہ ہمارے ایمان کو بڑھا۔ خداوند نے کہا اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تم اس توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو تمہاری مانتا" (لوقا باب ۱۷ آیت ۵-۶)

ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے شاگردوں کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ تھا۔

(۴) مسیح کے شاگرد اس کی باتوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔ مسیح نے بطور شکوہ کہا کہ :-

"یہ باتیں جو میں تم سے کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے میرا یقین کرو کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں۔ نہیں تو میرے کاموں ہی کے سبب سے میرا یقین کرو" (یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۰-۱۱)

جب یسوع کے شاگردوں کا یہ حال تھا کہ وہ مسیح کو ملامت کرتے، اس پر لعنت بھیجتے، حافظہ کے لحاظ سے کمزور اور جھوٹ بولنے کے عادی اور اس پر طرہ یہ کہ دولت ایمان سے بالکل خالی تو ایسے آدمیوں کی روایت کردہ انجیلیں کس طرح معتبر اور درست ہو سکتی ہیں۔ پھر لوقا تو مسیح کا شاگرد بھی نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اپنی تصنیف شدہ انجیل کی پہلی آیتوں ہی میں خود اقرار کرتا ہے :-

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیساکہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے۔ ان کو ہم تک پہنچایا۔ اس لئے اے معزز تھیفلس! میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں"

(موقا باب اول آیت ۱-۳)

خود ہی انصاف فرمایا جائے کہ ایسی انجیل کس طرح الہامی ہو سکتی ہے جو اس قسم کے راویوں کی روایت کردہ ہو۔

اناجیل میں اختلاف:-

مسیح کے حواریوں کے اس قسم کے کیریکٹر اور ان کے اس قدر غیر معتبر ہونے کی وجہ سے انجیلوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق صحیح ہونے کا حکم لگانا مشکل ہو جاتا ہے۔ نمونہ کے لئے چند ایک واقعات درج کئے جاتے ہیں:-

۱) سب سے پہلے یسوع کی ولادت ہی کو لیجئے کہ اس کے شجرہ نسب میں کس قدر اختلاف ہے:-

ا) متی باب اول آیت ۱۶ میں یسوع کے باپ کا نام یوسف بن یعقوب لکھا ہے۔

ب) اسی متی باب اول آیت ۲۰ میں فرشتہ نے یسوع کے باپ کو ابن داؤد کہہ کر پکارا۔

ج) لیکن لوقا باب ۳ آیت ۲۳ میں ہے کہ یسوع یوسف کا بیٹا اور وہ عیلی کا۔ اب ان تینوں۔ (ا) یسوع بن یوسف بن یعقوب۔ (ب) یسوع بن یوسف بن داؤد اور (ج) یسوع بن یوسف بن عیلی میں سے کونسا صحیح مانا جائے؟

(۲) سولی پر لٹکائے جانے کے وقت میں انجیلوں میں اختلاف ہے :-
(ا) مرقس باب ۱۵ آیت ۲۵ میں ہے کہ سولی دینے کا وقت تیسرا گھنٹہ تھا یعنی جبکہ پہر دن چڑھا تھا لیکن۔ (ب) یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۴ میں ہے کہ چھ بجے صبح کا وقت تھا۔

(۳) صلیب کے اٹھا کر لے جاتے میں اختلاف ہے :-
(ا) متی باب ۲۷ آیت ۳۲ میں ہے کہ صلیب شمعون کرینی اٹھا کر لے گیا تھا۔ ایسا ہی لوقا باب ۲۳ آیت ۲۶ مرقس باب ۱۵ آیت ۲۱ میں آتا ہے۔ لیکن (ب) یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۷ میں ہے کہ یسوع نے خود صلیب اٹھائی ہوئی تھی
(۴) (ا) متی باب ۲۷ آیت ۴۴ میں ہے کہ دو چور صلیب پر مسیح کو برا کہتے تھے لیکن۔ (ب) لوقا باب ۲۳ آیت ۳۹ میں ہے کہ ایک چور یسوع کو صلیب پر برا کہتا تھا۔

(۵) مسیح کی صلیب پر جو کتبہ لٹکایا گیا اسکی عبارت میں بھی اختلاف ہے :-
(ا) یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۹ میں ہے کہ بورڈ کی عبارت یہ تھی "یسوع ناصری یہودیوں کا بادشاہ"

(ب) متی باب ۲۷ آیت ۳۷ میں ہے کہ "یہودیوں کا بادشاہ یسوع" لکھا ہوا تھا۔ یعنی "ناصری" کا لفظ نہیں تھا۔ لیکن
(ج) مرقس باب ۱۵ آیت ۲۶ میں ہے کہ صرف "یہودیوں کا بادشاہ" لکھا ہوا تھا نہ "یسوع" کا لفظ تھا اور نہ "ناصری" کا۔

(۶) (ا) متی باب ۲۶ آیت ۴۸ - ۴۹ میں ہے کہ یہوداہ اسکریوتی نے مسیح کے پکڑنے والوں کو مسیح کا پتہ اس طرح بتایا کہ "جس کو میں چوموں اس کو پکڑ لینا وہی مسیح ہوگا" چنانچہ اس نے جس شخص کو چوما اس شخص کو پکڑ لیا گیا۔

(ب) لیکن یوحنا باب ۱۸ آیت ۴-۸ میں ہے کہ مسیح نے خود آگے بڑھ کر کہا کہ تم کسے ڈھونڈتے ہو میں مسیح ہوں "

(۷) (ا) متی باب ۲۶ آیت ۵۶ میں ہے کہ سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے صرف عورتیں پھانسی دینے کے وقت دور سے کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ مرقس باب ۱۴ آیت ۵۰ اور لوقا باب ۲۳ آیت ۴۹ میں بھی یہی لکھا ہے لیکن :-

(ب) یوحنا باب ۱۹ آیت ۲۵ میں ہے کہ ایک شاگرد یسوع کے پاس کھڑا تھا اور عورتیں بھی پاس کھڑی تھیں۔

(۸) اب سولی پر لٹکائے جانے کے واقعہ کو لیجئے۔ اسمیں بھی اختلاف ہے :-

(ا) مرقس باب ۱۵ آیت ۳۷ میں ہے کہ "پھر مسیح نے بڑی آواز سے چلا کر دم دے دیا "

(ب) لوقا باب ۲۳ آیت ۴۶ میں ہے " پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا اے باپ! میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں یہ کہہ کر دم دے دیا "

(ج) یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۰ میں ہے " پھر یسوع نے وہ سرکہ پیا تو کہا کہ تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دے دی "

(د) متی باب ۲۷ آیت ۴۶-۵۰ میں ہے " اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا۔ ایلی ایلی لما شبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ...... یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی "

مرقس کے بیان کے مطابق یسوع نے واویلا کرتے ہوئے جان دی۔ اور لوقا کے قول کے مطابق اس نے خوشی سے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ یوحنا اسکا مایوسی کے عالم میں دم توڑنا بیان کرتا ہے اور متی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ

یسوع نے سولی کا پھندا دیکھ کر چلا چلا کر اور خدا کی بے وفائی کا شکوہ کرتے ہوئے جان دی۔

(۹) (ا) متی باب ۲۷ آیت ۴۶ میں ہے کہ "مسیح نے بڑی آواز سے چلا کر کہا کہ اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

(ب) لیکن یوحنا باب ۸ آیت ۲۹ میں ہے کہ یسوع خود کہتا ہے کہ "جس نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ساتھ ہے۔ اس نے مجھے اکیلا کبھی نہیں چھوڑا کیونکہ میں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں اسے پسند آتے ہیں"

(۱۰) یہی نہیں بلکہ بائیبل کے نئے اور پرانے ایڈیشنوں میں بہت فرق ہے۔ طوالت کے خوف سے اسکی صرف ایک مثال درج کرتا ہوں ورنہ اس کی بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ پرانے ایڈیشنوں میں ہے:۔

"وہ (خداوند) کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدوسیوں میں سے آیا" یہ دراصل پیشن گوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق کیونکہ "کوہ فاران" مکہ میں ہے اور آپ اس پر سے فتح مکہ کے روز دس ہزار صحابہ رضا کے ساتھ جلوہ گر ہوئے تھے۔ مسلمان علماء نے جب اس کو بائیبل میں حضور کی پیشین گوئیوں میں سے بتایا تو یار لوگوں نے اسمیں تبدیلی کر دی اور موجودہ نئے ایڈیشن کی بائیبلوں میں "دس ہزار" کے لفظ کو تبدیل کر کے "لاکھوں" کا لفظ لکھ دیا۔

ایک نہیں بائیبل میں اس قدر تضاد ہے کہ مسیحی فاضل جوڈ (JOAD) کو کہنا پڑا کہ "بائیبل کے باہمی تضاد نے مجھے پریشان کر دیا ہے"

(GOD AND EVIL, PAGE 318)

اس موضوع پر مفصل معلومات فراہم کرنے کے لئے انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس زیر لفظ بائیبل (BIBLE) اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا زیر لفظ گاسپل

(GOSPEL) پڑھیئے۔

یہی نہیں بلکہ جھوٹ گھڑنے اور جھوٹی باتیں لکھنے کو ثواب فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ مسیحیت کا مسیح ثانی پولوس اپنے خط "رومیوں کے نام" میں لکھتا ہے:۔

"اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ہوئی تو پھر کیوں گنہ گار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے" (باب ۳ آیت ۷)

تہذیب بائبل:۔

بائبل کے راویوں کا کیرکٹر اور ان کی ایمانی پوزیشن اور بائبل کا اندرونی تضاد تو آپ نے گذشتہ سطور میں ملاحظہ فرما لیا۔ اب ذرا اس کی تہذیب ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کو ایسا معلوم ہوگا جیسے یہ الہامی کتاب نہیں بلکہ کوئی "کوک شاستر" ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ حزقیل نبی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

"اور تو جو کے پھلکے کھانا اور تو اس کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے اس کو پکانا" (حزقی ایل باب ۴ آیت ۱۲)

(۲) "اور ستر برس کے بعد یوں ہوگا کہ خداوند صور کی خبر لیگا اور وہ اجرت پر جائے گی اور روئے زمین پر کی تمام مملکتوں سے بدکاری کرے گی لیکن اسکی تجارت اور اسکی اجرت خداوند کے لئے مقدس ہوگی"

(یسعیاہ باب ۲۳ آیت ۱۷)

(۳) اے کسدیوں کی دختر تو بے تخت زمین پر بیٹھ۔ کیونکہ اب تو نرم اندام نازنین نہ کہلائے گی چکی لے اور آٹا پیس۔ اپنا نقاب اتار اور دامن سمیٹ لے۔ ٹانگیں ننگی کر کے ندیوں کو عبور کر۔ تیرا بدن بے پردہ کیا جائے گا بلکہ تیرا ستر بھی دیکھا جائے گا۔

(یسعیاہ باب ۴۷ آیت ۲)

(۴) اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدمزاد! دو عورتیں ایک ہی ماں کی بیٹیاں تھیں۔ انہوں نے مصر میں بدکاری کی۔ وہ اپنی جوانی میں بدکار بنیں۔ وہاں ان کی چھاتیاں ملی گئیں اور وہیں ان کے دوشیزگی کے پستان مسلے گئے۔ ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اسکی بہن کا اہولیبہ تھا۔ . . . . . اور اہولہ جبکہ وہ میری تھی بدکاری کرنے لگی۔ . . . . . اور اسکی بہن اہولیبہ نے یہ سب کچھ دیکھا پر وہ شہوت پرستی میں اس سے بدتر ہو گئی اور اس نے اپنی بہن سے بڑھ کر بدکاری کی . . . . پس اہل بابل اس کے پاس آ کر عشق کے بستر پر چڑھے اور انہوں نے اس سے بدکاری کر کے اُسے آلودہ کیا اور وہ ان سے ناپاک ہو گئی۔ . . . . . تو بھی اس نے اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کر کے جب وہ مصر کی سرزمین میں بدکاری کرتی تھی بدکاری پر بدکاری کی۔ سو وہ پھر اپنے ان یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا۔ . . . . . (حزقی ایل باب ۲۳ آیت ۱-۲۰)

حزقی ایل کا ۲۳ باب سارا ہی پڑھنے کے قابل ہے۔

(۵) "میرا محبوب میرے لئے دستہ مُر ہے جو رات بھر میری چھاتیوں کے درمیان پڑا رہتا ہے" (غزل الغزلات باب ۱ آیت ۱۳)

(۶) "اے محبوبہ عیش و عشرت کے لئے تو کیسی جمیلہ اور جانفزا ہے۔ یہ تیری قامت کھجور کی مانند ہے اور تیری چھاتیاں انگور کے گچھے ہیں میں نے کہا میں اس کھجور پر چڑھوں گا اور اس کی شاخوں کو پکڑوں گا۔ تیری چھاتیاں انگور کے گچھے ہیں" (غزل الغزلات باب ۷ آیت ۷-۹)

(۷) "میری بہن میری زوجہ تو نے میرا دل لوٹ لیا" (غزل الغزلات باب ۴ آیت ۹)

بائیبل کے موجودہ ایڈیشنوں میں تحریف کر کے "میری بہن" کے بجائے "میری پیاری" لکھ دیا ہے۔ شاید "میری بہن" کے لفظ سے کچھ شرما گئے ہوں گے۔

(۸) "ہماری ایک بہن ہے۔ ابھی اس کی چھاتیاں نہیں اٹھیں"

(غزل الغزلات باب ۸ آیت ۸)

(۹) "میں دیوار ہوں اور میری چھاتیاں برج ہیں" (غزل الغزلات باب ۸ آیت ۱۰)

(۱۰) ایک اور جگہ "امیر زادی" کے حسن و جمال کی تعریف اس انداز سے کی ہے کہ پڑھتے ہوئے شرم محسوس ہونے کے ساتھ ساتھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی الہامی کتاب کی عبارت نہیں بلکہ "شمع پبلیکشنز" کا کوئی رومانی ناول ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے:

"اے امیر زادی! تیرے پاؤں جوتیوں میں کیسے خوبصورت ہیں۔ تیری رانوں کی گولائی ان زیوروں کی مانند ہے جن کو کسی استاد کاریگر نے بنایا ہو۔ تیری ناف گول پیالہ ہے جس میں ملائی ہوئی مے کی کمی نہیں۔ تیرا پیٹ گیہوں کا انبار ہے جس کے گرداگرد سوسن ہوں۔ تیری دونوں چھاتیاں دو آہو بچے ہیں جو توام پیدا ہوئے ہوں"

(غزل الغزلات باب ۷ آیت ۱-۳)

کہاں تک لکھا جائے سینکڑوں عبارتیں ایسی ہیں جو اس طرح کے شہوت افزا الفاظ سے بھری ہوئی ہیں۔ جن کو پڑھ کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بائیبل کوئی الہامی کتاب نہیں بلکہ ایک رومانی ناول ہے جو نوجوانوں کی شہوت کو برانگیختہ کرنے کی خاطر تصنیف ہوا ہے۔ اور شاید اسی کی بدولت یورپ میں اس قدر شہوانی خیالات پرورش پارہے ہیں۔

پاکستان میں مسیحیت کا ماضی، حال اور مستقبل:۔

یہ تو تھے مسیحیت کے بنیادی عقائد جن پر ہم نے اجمالی طور پر ایک تحقیقی بحث کی ہے انہی عقائد کی تمام اسلامی ممالک میں عموماً اور پاکستان میں خصوصی طور پر تبلیغ اور اشاعت ہورہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ اور

مسلمانوں کے دلوں سے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت واحترام کو نفرت سے تبدیل کیا جارہا۔ اسلامی ممالک میں صرف مسیحیت کے فروغ کے لیے تفرقہ پیدا کرنے کی کوششش کی جارہی ہیں۔ چنانچہ ایک مشنری لارنس براؤن کا قول ملاحظہ ہو۔ کہتا ہے:

"عرب ممالک کے مسلمان اگر متحد رہتے ہیں تو یہ تمام دنیا کے لیے لعنت اور خطرہ بنے رہیں گے۔۔۔ البتہ اگر ان میں پھوٹ پڑی رہے تو پھر یہ آسانی سے بہکائے جا سکتے ہیں۔ تب نہ ان کا کوئی وزن ہوگا اور نہ اثر" (التبشیر والاستعمار فی البلاد العربیۃ از استاذ طاہر نعاس، لیبیا)

غرضیکہ ہر طریقہ سے مسیحیت کی ترقی اور اسلام کے تنزل کی کوشش کی جارہی ہے بچوں اور بچیوں کو انگریزی اسکولوں کے ذریعہ ارتداد کے راستہ پر ڈالا جارہا ہے تعلیم یافتہ لوگوں کو لائبریریوں کے ذریعہ، غریبوں کو خشک دودھ اور کپڑے تقسیم کرکے اور نوجوان مردوں اور عورتوں کو ینگ مینز کرسچن ایسوسی ایشن (Y.M.C.A) اور ینگ ویمنز کرسچن ایسوسی ایشن (Y.W.C.A) کی کوششوں سے مسیحیت میں داخل کیا جارہا ہے۔ مشنری ہسپتالوں میں مریضوں کو بستر مرض پر مسیحی لٹریچر مطالعہ کے لیے دیا جاتا ہے۔ تاکہ مرتے مرتے بھی ان کے ایمان کو خراب کردیا جائے۔

برصغیر ہند وپاکستان میں مسیحیت کی تاریخ دو سو سال پرانی ہے۔ انگریزوں کے اس ملک پر حکمران ہونے کے بعد مشنریوں کو اپنے کام میں بہت آسانی ہوگئی لیکن پھر بھی ان کی رفتار ترقی بہت کم رہی۔ اور جن لوگوں نے مسیحیت کو قبول بھی کیا وہ بھی زیادہ تر اچھوت قوموں کے لوگ تھے۔ سنہ ۱۸۸۱ء تک سارے ہندوستان میں ان کی تعداد صرف پچاس ہزار تھی۔ جن میں سے متحدہ پنجاب میں کل ۳۲۵۱ مسیحی تھے۔ حکومت کی کوششوں سے سنہ ۱۹۰۱ء میں پنجاب میں ان کی تعداد ۳۶۸۵۶

ہو گئی۔ دریں اثنا حکومت نے انہیں نہری علاقوں میں زمینیں الاٹ کر دیں جس سے ۲۰ بیس سال کے عرصہ میں ان کی تعداد دس گنا بڑھ گئی۔

مختلف شماریات کے لحاظ سے ۱۹۴۱ء میں پاکستان کے علاقوں میں رومن کیتھولک مسیحوں کی تعداد قریباً اسّی ہزار تھی۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۱۹۴۱ء کی تعداد پر تیس فیصد کا اضافہ ہوا۔ کینیڈا سے شائع ہونے والے مشنری رسالہ "پراسپکٹر" نے اکتوبر ۱۹۵۸ء میں لکھا تھا کہ:-

"پاکستان میں چرچ کو مسلمانوں کے عیسائی بنانے میں عظیم ترین کامیابی ہوئی ہے۔ گذشتہ سال آٹھ ہزار افراد کو بپتسمہ دیا گیا۔ اب وہاں سات کروڑ اسّی لاکھ کی آبادی میں رومن کیتھولک عیسائیوں کی تعداد اسّی ہزار سے بڑھ کر دو لاکھ اٹھاسی ہزار دو سو ترسیٹھ ۲۸۸۲۶۳ ہو گئی ہے"، پروٹسٹنٹ مسیحی اس کے علاوہ ہیں اور ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے ظفر کان اللہ لہ

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ساتھ ہی یہاں کے مشنریوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب یہاں مسیحی تبلیغ کا مستقبل پہلے سے بہت زیادہ روشن ہے۔ چنانچہ انہوں نے امریکہ، برطانیہ اور کینیڈا وغیرہ ملکوں سے امداد طلب کی اور پورے زور شور سے یہاں مسیحی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ ہارٹ فورڈ (امریکہ) سے شائع ہونے والا سہ ماہی مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" جنوری ۱۹۵۸ء کے شمارے میں پاکستان کی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"ایک حقیقت بالکل واضح ہو گئی ہے کہ ۱۹۴۷ء میں مسلمان قوم کا سکون قلب اس قدر متزلزل ہوا جس کی مثال اس سے پہلے کبھی نہیں ملتی۔ اب مسلمان مسیحیت دوستی پر زیادہ آمادہ نظر آتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مسیحی تعاون، ہمدردی اور رہنمائی کا اس سے زیادہ شاندار موقع اس سے پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ ۔ ۔ ۔ حکومت پاکستان عالمی چرچ کی خدمات کے سلسلہ میں ہر ممکن تعاون کر رہی ہے"

اس وقت پاکستان میں ۴۰ مشنری سوسائیٹیاں، امریکہ، برطانیہ، اٹلی، فرانس اور یورپ کے دوسرے ممالک کی طرف سے کام کر رہی ہیں اور گذشتہ دس سالوں میں وہ اپنے تبلیغی مشن پر ۷۵ کروڑ روپیہ خرچ کر چکی ہیں۔

"مسلم ورلڈ" کی اطلاع کے مطابق حکومت پاکستان کی تعاون کی پالیسی کے نتیجہ میں مغربی پاکستان میں مسیحوں کے گاؤں وجود میں آچکے ہیں۔ لائل پور میں ایک "جدید یروشلم" قائم ہوا ہے "رائے ونڈ" میں ان کا ایک پورا گاؤں آباد ہے۔ ریاست بہاولپور میں ان کی تبلیغی سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ایک مسیحی لیڈر انتھونی ڈی سوزا کی رائے ملاحظہ ہو:۔

عیسائی اقلیت صرف بڑے شہروں یا قصبوں ہی میں مصروف کار نہیں بلکہ مسیحی استاد، ڈاکٹر، نرسیں، اور وکلاء ملک بھر کے دیہات حتیٰ کہ جھونپڑوں تک میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا خرچ مسیحی فرقوں کے فنڈز سے دیا جاتا ہے، جس سے یہ ملک کے بجٹ پر بوجھ نہیں بنتا۔ . آج ہم پاکستان میں ایک عظیم قوم ہیں . . . پاکستان میں مسیحیت کا مستقبل روشن ہے"

ان سب حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی پاکستان کو کس طرح عیسائی بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کا واحد علاج وہی ہے جو حکومت پاکستان کے چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف کے لائیڈ وائزر ڈاکٹر علامہ محمد الفہیم المصری نے تجویز کیا ہے کہ "حکومت مشنری سوسائٹیوں اور اسکولوں کی سرگرمیوں کی کڑی نگرانی کرے تاکہ یہ پاکستان کے بنیادی نظریہ (اسلام) کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں" (ملاحظہ ہو "ڈان" مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۶۱ء)

اگر اس تجویز پر عمل نہ کیا گیا تو مسیحیت کی یہ تخریبی کارروائیاں پاکستان کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوں گی

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اسلام اور پاکستان کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرنے والوں کو خائب و خاسر کرے۔ ؎ جو عدو ہے باغ کا ہو برباد ہو، خواہ وہ گلچیں ہو یا صیاد ہو۔

محمود احمد ظفر کان اللہ لہ ۷، دسمبر ۱۹۶۱ء

اسلامیہ لیتھو اینڈ پرنٹنگ پریس چند نورہ میں طبع ہوا۔